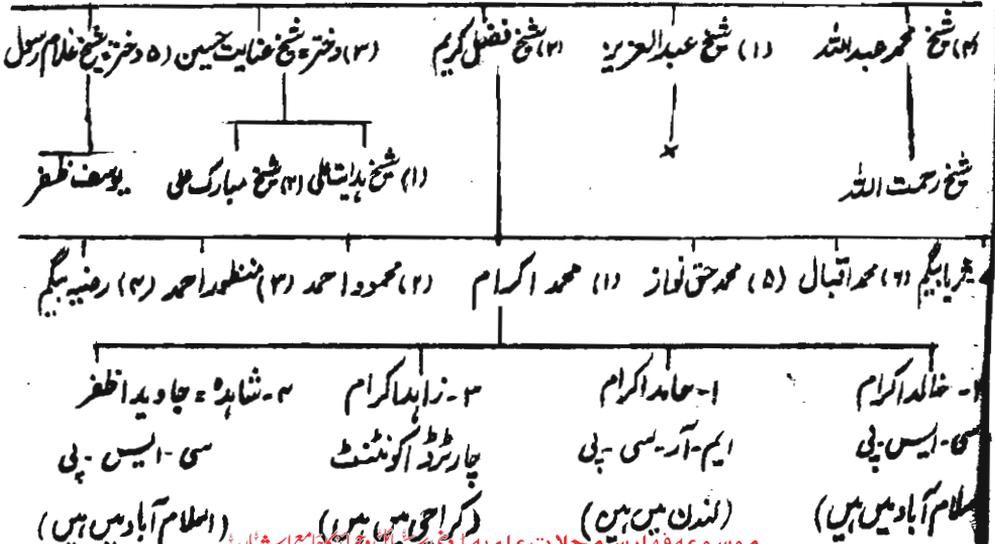


شیخ محمد اکرام مرحوم

شیخ محمد اکرام، جنہوں نے گزشتہ پینے رحلت کی، رسول نگر (ضلع گوجرانوالہ) کے ایک معروف شیخ قانوگو خاندان سے تھے۔ اس خاندان کے بعض متعلقین وزیر آباد اور دوسرے نواحی مقامات (مثلاً لائل پور) میں آباد ہیں۔ شیخ محمد اکرام کے والد شیخ فضل کریم صاحب فکر و تدبیر لوگوں میں تھے۔ خاندان کے بچوں اور بہن بھائیوں کی اولاد کی نگہداشت و تربیت پر انہیں خاص توجہ تھی۔ ان عزیزوں میں ان کے بھانجے شیخ محمد یوسف ظفر بھی تھے جو بعد میں اردو کے نامور شاعر ہوئے۔ شیخ فضل کریم خود محکمہ مال کے اہل کار تھے اور مدت العمر اس محکمے سے وابستہ رہ کر وظیفہ بحسن خدمت پر سبکدوش ہوئے۔ شیخ محمد اکرام کے دادا دسوندی خاں کے نام سے موسوم تھے۔ دسوندی خاں کا شجرہ نسب بعض منتخب تفصیلات کے ساتھ حسب ذیل ہے:

دسوندی خاں



ایک روایت کے مطابق شیخ محمد اکرام کی ولادت ۲۱ یا ۲۲ اگست ۱۹۰۸ء کو چک جھمرہ کے قریب ایک گاؤں میں ہوئی۔ ان کے پاسپورٹ میں ان کی تاریخ ولادت ۱۰ ستمبر ۱۹۰۸ء درج ہے لیکن ان دنوں تاریخوں میں محض دنوں کا فرق ہے۔ سال دونوں میں ۱۹۰۸ء ہی ہے۔ اُن کے برادرِ کوچک شیخ محمد اقبال بیان کرتے ہیں کہ ہمارے والد نے اپنے فرزندِ اکبر کا نام شیخ محمد اکرام اسسٹنٹ ایڈیٹر ”مخزن“ کے نام پر محمد اکرام رکھا۔ یہ نام بیٹے کے لیے گویا باپ کی ایک خواہش کا اظہار تھا۔

نصفے اکرام کی طفولیت کا زمانہ چک جھمرہ میں گزرا اور تعلیم کا آغاز بھی یہیں ہوا۔ پرائمری تک چک جھمرہ میں تعلیم پا کر اپنے چچا شیخ محمد عبدالشہ کے پاس وزیر آباد چلے گئے۔ مشن ہائی اسکول وزیر آباد میں مڈل تک پڑھے۔ پھر گورنمنٹ ہائی اسکول دہلی میں گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج (لائل پور سے میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ خواہش یہ تھی کہ ڈاکٹر بننے کے لیے ایف۔ ایس سی میں داخلہ لیں۔ لیکن مدرسے میں سائنس کے مضامین نہیں پڑھے تھے اس لیے ایف۔ ایس سی میں داخلہ نہ مل سکا۔ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج، لائل پور، جہاں سے میٹرک کیا تھا وہیں ایف۔ اے میں داخل ہو گئے۔ درسی مضامین میں فارسی زبان و ادب سے خاص رغبت تھی۔ اس بنا پر ہم جماعتوں میں ”سعدی“ کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ چنانچہ برسوں بعد جب ان کے بھائی شیخ محمد اقبال (جو عمر میں بڑے بھائی سے تیرہ برس چھوٹے تھے) اس کالج میں پہنچے تو اساتذہ نے انھیں اس نسبت سے پہچانا کہ اچھا، یہ ”سعدی“ کا بھائی ہے!

لائل پور میں یہ چار برس کا زمانہ نوجوان محمد اکرام کے لیے شبانہ روز محنت اور مطالعے کا زمانہ تھا۔ اُن کے چھ پھیرے بھائی شیخ مبارک علی جن سے اس سوانحی خاکے کے اکثر واقعات دریافت ہوئے، فرماتے ہیں کہ:

اکرام مجھ سے چھ سات سال چھوٹے تھے۔ جب میں کالج میں پڑھتا تھا اور اکرام لائل پور کے کھل میں، تو میں گوی کی تعطیل میں لاہور سے ماموں مرحوم کے پاس لائل پور آیا کرتا تھا۔ شام کو کارونیشن لائبریری میں اکٹھے جایا کرتے تھے۔ مختلف اخبارات اور رسالے میزوں پر پڑے رہتے تھے۔ میں تو ایک پرچہ لے کر

مطالعہ کرتا تھا مگر اکرام اُسے ہی دقت میں اپنا اخبار ختم کر لیتے اور دوسروں کے پیچھے کھڑے ہو کر وہ اخبار بھی پڑھ ڈالتے جو اور لوگوں کے سامنے ہوتے تھے۔ اُن کی رفتاری مطالعہ شروع ہی سے بہت تیز تھی۔

اس دور کی کتب بینی کے متعلق شیخ محمد اکرام کے چھوٹے بھائی شیخ محمد اقبال نے ایک دلچسپ بات سنائی۔ باپ کا دیا ہوا نام اکرام تھا مگر بیٹے نے قیام لائل پور کے ان دنوں میں "اکرام" پر "غالب" اور "مصطفیٰ" کا اضافہ کر کے کتابوں میں اپنا نام "غالب مصطفیٰ اکرام" لکھنا شروع کر دیا۔

۱۹۲۶ء میں شیخ محمد اکرام ایف۔ اے میں بدرجہ اول کامیاب ہوئے اور سرکاری وظیفہ حاصل کیا۔ لائل پور سے لاہور آ کر گورنمنٹ کالج میں داخل ہوئے۔ بی۔ اے میں ان کے مضامین انگریزی، معاشیات اور فارسی تھے۔ ان مضمونوں میں بی۔ اے کرنے کے علاوہ انھوں نے فارسی میں آنرز بھی لی مگر فارسی میں آنرز کرنے کے بعد ۱۹۲۸ء میں جب وہ ایم۔ اے میں داخل ہوئے تو ایم۔ اے کے لیے انھوں نے انگریزی ادب کا انتخاب کیا۔ ۱۹۳۰ء میں ایم۔ اے انگریزی کے امتحان میں انھوں نے درجہ اول میں کامیابی حاصل کی۔ اس سے پہلے کالج کے رسالے "راوی" کے ایڈیٹر رہے اور سال ۱۹۳۰ء میں ان کا نام "ایکڈمک رول آف آنرز" میں درج ہوا۔ مطالعے کے انہماک کے علاوہ انھوں نے ان دنوں کھیلوں میں بھی دلچسپی لی۔ جنٹلمن کلب میں اُن کا حصہ نمایاں تھا اور تیراکی کے کلب میں بھی۔ جو لوگ انھیں اس زمانے سے جانتے ہیں انھیں گورنمنٹ کالج کے طالب میں شیخ محمد اکرام کی سبک دست شنوری کا منظر یاد ہوگا۔ تاہم اُن کی کالج کی زندگی میں ورزش سے کہیں زیادہ واضح نقش اُن کے علمی مشاغل کا تھا۔ اس سلسلے میں ایک قابل ذکر واقعہ چوہدری محمد علی سے اُن کی پہلی ملاقات کا ہے۔ چوہدری صاحب (جو بعد میں پاکستان کے وزیر اعظم ہوئے) ایم۔ اے میں داخل ہونے کے لیے دو سال گورنمنٹ کالج کے طالب علم رہے تھے اور غالباً ۱۹۲۵ء۔ ۱۹۲۷ء کے دوران میں نیو ہوسٹل کے مقیم طلبہ میں سے تھے۔ ۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے جب شیخ محمد اکرام نے سالانہ امتحان کے طالب علم کی حیثیت سے نیو ہوسٹل میں مقیم تھے اور

- ۱۹۵۸ - لاہور - ایڈیشنل چیف سکریٹری، مغربی پاکستان
- ۱۹۵۹ - کراچی - سکریٹری انفرمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ
- ۱۹۶۰ - لاہور - ممبر بورڈ آف ریونیو، مغربی پاکستان

(۱) چیئر مین روڈ ٹرانسپورٹ

(۲) چیئر مین، لینڈ یوٹیلیٹی ڈیولپمنٹ کمیشن

(غلام محمد بیراج کی آباد کاری اُن کے سپروائزی -

چنانچہ علاقے میں ایک جگہ کا نام "ٹنڈو اکرام"

دکھا گیا)

۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲ - لاہور

(۳) چیف ایڈمنسٹریٹو آف اوقاف (۱۹۶۴ میں)

(۴) ممبر بورڈ آف ریونیو، اکسٹرنل اینڈ ٹیکسیشن

یکم جولائی ۱۹۶۶ - ۱۲ جنوری ۱۹۷۳ - لاہور - ناظم ادارہ ثقافت اسلامیہ -

اس کام پر جس کی تفصیل ابھی پیش کی گئی، شیخ محمد اکرام کی بعض دوسری مصروفیتیں متراود

تھیں۔ وہ بے شمار کمیٹیوں اور اداروں کے اعزازی رکن رہے۔ ان میں سے چند ہی کے

نام یہاں دیتے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان - ریسرچ سوسائٹی

آف پاکستان - مجلس ترقی ادب - پنجاب یونیورسٹی سنڈیکٹ اور تاریخ مسلمانان پاکستان

دہندگی مجلس منتظم - انھوں نے ہر ممالک غیر کا سفر کیا۔ بہت مرتبہ تجارت اور انگلستان

گئے۔ نیپال، ایران، عرب، جرمنی، سوئٹزرلینڈ وغیرہ کے سفران دو ملکوں کی سیاحت

کے علاوہ ہیں۔ امریکہ کی کولمبیا یونیورسٹی میں وہ مہمان استاد کی حیثیت سے ۱۹۵۳-۱۹۵۴

۱۹۵۸-۱۹۵۹، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۸ اور ۱۹۶۹ میں بار بار گئے اور ۱۹۶۶ میں

تو اس یونیورسٹی نے انھیں صرف اس لیے بلایا کہ نیویارک آکر یونیورسٹی کی

INSTITUTE OF SOUTH ASIAN STUDIES کے قیام میں مدد دیں۔ ۱۹۶۴ میں پنجاب یونیورسٹی

نے انھیں ڈی۔ لٹ کی اعزازی سند دی۔

اپنی منصبی خدمت کے علاوہ شیخ محمد اکرام کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ تصنیف و تالیف تھا۔

جہاں جہاں وہ رہے کتابوں کے ایک روز افزوں ذخیرے سے اُن کا مکان بھرا رہتا تھا۔ ۱۹۳۱-۱۹۳۳ میں وہ ابھی انگلستان ہی میں آئی-سی-ایس کے لیے زیر تربیت تھے کہ انھوں نے مرزا غالب کے کلام کی ترتیب زمانی پر کام شروع کر دیا۔ غالب نامہ جو اُن کی سب سے پہلی اور شاید مشہور ترین تصنیف ہے ۱۹۳۶ میں اس وقت شائع ہوئی جب وہ سورت میں اسٹنٹ کمشنر تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی انھوں نے سلمانانِ بزرگ کی دینی و عقلی تاریخ مرتب کرنے پر توجہ مبذول کی۔ اکبر کوثر اور سراج کوثر ۱۹۴۰ میں شائع ہوئیں اور اس سے اگلے سال روڈ کوثر کی اشاعت سے اس یادگار سلسلے کی تکمیل ہو گئی۔ ماسی ضمن میں علامہ شبلی کے متعلق شبلی نامہ لکھی گئی اور بیٹی سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کی اشاعتِ ثانی مزید تفصیل و اضافہ جات کے ساتھ یادگار شبلی کے نام سے ۱۹۶۱ میں دوبارہ

چھپی۔ ۱۹۵۰ میں **MAKERS OF PAKISTAN AND MODERN MUSLIM INDIA** کی اشاعت عمل میں آئی اور ۱۹۶۵ میں یہی گراں قدر کتاب اضافہ جات کے ساتھ **MODERN**

MUSLIM INDIA AND THE BIRTH OF PAKISTAN کے نام سے شائع ہوئی۔ ۱۹۵۵ میں

THE CULTURAL HERITAGE OF PAKISTAN چھپی۔ جس کی تدوین میں کیمرج کے ڈاکٹر

پرسیول اسپر نے بھی حصہ لیا۔ ۱۹۶۱ میں **A POLITICAL AND CULTURAL HISTORY**

OF MUSLIMS IN THE INDO-PAKISTAN SUB-CONTINENT لاہور میں چھپ کر شائع ہوئی۔

اس کتاب کا مختصر امریکی ادیشن پروفیسر اینزلی ایبری نے **MUSLIM CIVILIZATION IN**

INDIA کے نام سے تیار کر کے ۱۹۶۲ میں کولمبیا یونیورسٹی پریس سے شائع کیا۔ انہ مذکورہ

کتابوں کے علاوہ دیباچہ کی ترتیب بر اعانت ڈاکٹر وحید قریشی عمل میں آئی۔ یہ کتاب ۱۹۶۱ء

میں شائع ہوئی۔

۱۹۶۲ کے موسمِ گرما میں شیخ محمد اکرام نے ۱۹۴۷ سے ۱۹۶۱ تک مملکتِ پاکستان کی مفصل

تاریخ مرتب کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس پر کام شروع کر دیا۔ وہ ہر لحاظ سے اس منصوبے

کی تکمیل کے اہل تھے۔ نہ صرف اپنی علمی قابلیت کی بنا پر بلکہ وزارتِ اطلاعات و نشریات سے

سال ہا سال اپنی منصبوں پر لب بلی کے ساتھ اپنی وطن کی تاریخ کی اشاعت سے شغف رکھنے والے تھے۔

مگر یہ منصوبہ ابھی قوت سے فعل میں نہیں آیا تھا کہ کارپردازان قضا و قدر نے گزشتہ ماہ جنوری میں ایک ایسا فیصلہ کیا جو قطعاً خلاف توقع تھا۔ ۸ جنوری کو شیخ محمد اکرام ڈاکٹر کے مشورے سے چند روز کے ضروری آرام کے لیے البرٹ وکٹر ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ ۱۶، ۱۷ جنوری کو طبیعت میں نمایاں اصلاح محسوس ہوئی، تو بیٹے اور بیٹی کو ہسپتال سے رخصت کر دیا۔ ۱۷ جنوری کی شام کو بیگم اکرام تنہا اپنے شوہر کے پاس تھیں۔ دس بجے کے قریب دونوں نے اگلے دن کی دواؤں اور ٹیکوں کے متعلق باہم مشورہ کیا اور پھر شیخ محمد اکرام نے کہا کہ اب میں سو جانا چاہتا ہوں۔ بیگم نے دوا میں قہینے سے ایک طرف رکھنی شروع کی تھیں کہ ناگہاں ایک بچہ کی آواز سن کر مڑیں۔ دیکھا کہ آب کو فرکا مصنف چپ چاپ کوثر تسنیم کے سر چھتے کی تلاش میں اپنے آخری سفر پر روانہ ہو چکا ہے۔

یادگارِ شبلی: از ڈاکٹر شیخ محمد اکرام مرحوم

شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کو بہائے ادب اور علمی فکری تاریخ میں جو بلند مقام حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کے احوال زندگی سید سلیمان ندوی مرحوم نے ۱۹۴۳ء میں حیاتِ شبلی میں جمع کیے تھے۔ تصانیف کے بارے میں وہ ایک علیحدہ کتاب لکھنا چاہتے تھے لیکن یہ امانہ پورا نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر محمد اکرام کی اس کتاب یادگارِ شبلی میں نہ صرف مکمل حالاتِ زندگی ہیں (اور اس ضمن میں وہ مواد سمیٹ لیا گیا ہے جو حیاتِ شبلی کی اشاعت کے بعد شائع ہوا، یا سید صاحب کو کسی وجہ سے دستیاب نہ ہو سکا) بلکہ علامہ شبلی کی ہر ایک کتاب پر علامہ نے تفصیلی تبصرہ بھی شامل ہے۔

علامہ شبلی ایک جامع حیثیات ہستی تھے۔ وہ بیک وقت اعلیٰ درجے کے مصنف، معلم، مورخ، شاعر اور سیاست دان تھے۔ یادگارِ شبلی ان کی زندگی، کارناموں اور تصانیف کے طویل اور خاترمطالعہ کا حاصل ہے۔ انتشار اللہ اس سے نہ صرف شبلی شناسی کی نئی راہیں کھلیں گی بلکہ قوم کے فکری مسائل سمجھنے اور ان کا مناسب حل تلاش کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ ضخامت: ۴۶۸ صفحات۔ قیمت: ۱۲/۰ روپے

ملنے کا پتہ: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور